مغربی اداروں کا رویہ یہ ہے کہ ایک ایسی دنیا میں، جہاں بہت سے لوگ ادنیٰ اور سستے قسم کے ہتھکنڈوں سے دولت، اقتدار اور مناصب حاصل کرتے ہیں، انہیں بھی اس کا موقعہ ملنا چاہئے۔ یہ لکھنے والے روایتی ادیبوں سے زیادہ فلمی اداکاروں اور ہدایت کاروں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جس طرح ایک ایکٹریس کو فاحشہ کا کردار ادا کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا، اس طرح ہمارے عہد کا جدید مصنف کتاب کو زیادہ دلکش بنانے کے لئے کسی مقدس کردار سے جھوٹی کہانی وابستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

رشدی کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ پیچیدہ ہے کہ وہ ایک ٹھکرایا ہوا آدمی ہے، جسے خاندان کی محبت نہ مل سکی، جس کے باپ نے اسے نظرانداز کیا، اس کی اپنی کوئی ثقافت نہیں کہ اس کے خاندان نے اپنی اخلاقی روایات اور کلچر کو مغرب سے مرعوبیت کی دہلیز پر قربان کر دیا تھا۔ اس کا کوئی وطن بھی نہیں، وہ پاکستانی ہے بھارتی ہے نہ انگریز، اس کے دل میں ساری دنیا سے نفرت بھری ہے اور وہ گندگی اچھال کر لطف اٹھاتا ہے۔

وائی کنگ نے اس کی کتاب شائع کرنا کیوں ضروری سمجھا اور یہ ادارہ اس کا دفاع کیوں کر رہا ہے، جب انہیں اس کے برعکس مشورہ دیا گیا تھا کیا یہ محض ایک کاروباری معاملہ ہے؟ اس سے آگے بڑھ کر مصنف کو دو اس کی تصانیف کے لئے تین کروڑ روپے پیش کرنے کا معاملہ شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے، جبکہ دوسری کتاب ابھی لکھی ہی نہیں گئی۔ فطری طور پر ایک مسلمان کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ مغرب کے اشاعتی اداروں کے پیچھے صیہونی ذہن کام کر رہے ہیں، جو ہمیشہ اسلامی دنیا اور اس کے عقائد کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں آخر ان دست سے لوگوں میں سے جو لکھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں، انہوں نے ایک ایسے شخص ہی پر سرمایہ کاری کیوں ضروری سمجھی جو اسلامی تہذیب کا مذاق اڑانے پر مصر ہے یہ ایک سازش ہو سکتی ہے اور کوئی عجیب نہیں کہ یہ سازش آخر کار بے نقاب ہو جائے کہ وقت کے دامن میں پوشیدہ سب راز آخر آشکار ہو کر رہتے ہیں۔

بشکریہ ہفت روزہ ندا لاہور

یہ باغی دین کے

یہ باغی دین کے اور دشمن وطن کے
وفا ان میں نہیں ہرگز پیارے
پرکھ لے ان کو ہر لمحے اے زاہد
سمجھ لے ان کی رمزیں اور اشارے
وہ ہو سکتے نہیں مخلص ہمارے
جو ہوں مرزا غلام احمد کے مارے

محمد زاہد۔
قاسم بیلہ ملتان